جدید معاشی مسائل اور قابل عمل نظم معیشت کی تشکیل (ایک تجزیاتی مطالعہ)

Modern Economic Issues & it's practicable formation in the development of Economy

Prof Dr Ghulam Hussain
Arid Agriculture University Rawalpindi

Abstract
Muslim community is facing economic challenges in this modern world. It is dire need of time to explore the reasons for poverty and other relevant economic problems. It is fact that poverty is the core reason of social darkness. Islam has given us comprehensive strategy to address the issue of poverty and also to develop comprehensive Islamic economic system. Well organized economic system is highly required of today's time to protect the rights of poor communities. In this article, comprehensive discussion is presented to formulate economic system for addressing contemporary economic challenges. The thoughts of Muslim scholars are best source to introduce values and reforms regarding economic system.

عصر حاضر میں انسانیت بہت سے مسائل کا شکار ہے۔ معاشرتی، معاشی، سیاسی، تہذیبی اور اخلاقی مسائل سے یہ دنیا بھری ہوئی ہے۔ مسائل کے ساتھ وسائل کی بھی بہتات ہے مگر انسانی آبادی کا ایک بڑا حصہ غربت، بھوک، خوراک، پانی اور بنیادی ضروریات زندگی کی کمی، بے روزگاری، معاشی بے انصافی، ظلم، قحط، غیر معیاری اشیاء، مہنگائی، سود، احتکار، اکتناز، جوابازی، عدم مساوات، معاشی مواقعوں کی کمی اور اس جیسے دیگر مسائل سے دوچار ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ علم وفن اور جدید ٹیکنالوجی، وسائل نقل وحمل کی بہتات کے باوجود انسانیت مشکلات کا شکار کیوں ہے؟ اس صورتحال کی حقیقت کو جاننے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ باطل نظاموں (سرمایہ دارانہ، اشتراکیت، فسطائیت اور جاگیرداری) کی اصلیت کو سمجھا جائے اور اس کے ساتھ اسلام کے قابل عمل نظم معیشت کو بھی سمجھا جائے کہ کس طرح اسلام گردش دولت کے فلسفے پر ایک نظم معیشت کی تشکیل کو یقینی بناتا ہے جس سے ایک طرف مثبت معاشی روایات کا فروغ ہونے کے ساتھ منفی معاشی روایات ختم ہوتی ہے۔ عصر حاضر کے معاشی مسائل کی بنیادی وجوہات کو جاننا بہت ضروری ہے کہ آیا وہ کون سے اسباب ہیں کہ جن کی وجہ سے وسائل کی بہتات کے باوجود انسانی آبادی کا ایک بڑا حصہ بحران اور مشکلات کا شکار ہے۔ ان معاشی مشکلات کی وجوہات میں ایک بڑی وجہ سرمایہ دارانہ نظام ہے۔ اس نظام کے غلبے کی وجہ سے سرمایہ چند ہاتھوں میں مرتکز ہو گیا ہے۔ گردش دولت کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔ گردش دولت معیشت میں روح کی حیثیت رکھتی ہے جس طرح حیات کا دارومدار خون کی گردش پر ہے اس طرح معیشت

ومعاشرت اور تہذیبی حیات کا تمام تر انحصار عادلانہ نظام گردش دولت پر ہے۔ عصر حاضر کے نامور مسلمان محققین نے اپنی علمی تصنیفات میں معیشت کی اصلاح اور ترقی کو گردش دولت سے مشروط کیا ہے۔

سید ابو الاعلیٰ مودودی نے اپنی تصنیف "سود" میں سرمایہ دارانہ نظام میں تقسیم دولت کے تصورات کو کچھ اس طرح سے پیش کیا ہے " نظام سرمایہ داری کی بنیاد جس نظریہ پر قائم ہے وہ صاف اور سادہ الفاظ میں یہ ہے کہ ہر شخص اپنے کمائے ہوئے مال کا تنہا مالک ہے۔ اس کی کمائی میں کسی کا کوئی حق نہیں ہے۔ اسے پورا اختیار ہے کہ اپنے مال میں جس طرح چاہے تصرف کرے۔ جس قدر وسائل ثروت اس کے قابو میں آئیں ان کو روک رکھے۔ "[1]

سرمایہ دارانہ نظام میں دولت ایک ہی طبقے کے گرد گھومتی ہے اور ایک طبقہ تمام تر فوائد حاصل کرتا ہے، جو سرمایہ دار ہو، دیگر طبقات وسائل سے محروم رہتے ہیں۔ غریب اور متوسط طبقات پسماندگی اور محرومی کی طرف چلے جاتے ہیں۔ اس طرح کے طرز عمل کا انجام بحران اور انتشار کی صورت میں نکلتا ہے۔ ہزاروں لوگوں کی زندگیاں خطرات سے دوچار ہو جاتی ہیں۔

معروف مفکر مفتی محمد شفیع نے اپنی کتاب "اسلام کا نظام تقسیم دولت[2]" میں سرمایہ دارانہ نظام کے بارے میں لکھا ہے کہ اس نظام میں دولت انہی لوگوں پر تقسیم ہوتی ہے جو سرمایہ دارانہ نظام میں بنیادی ملکیت اور شراکت رکھتے ہوں۔ گردش دولت کا کوئی فلسفہ اس نظام میں موجود نہیں ہے۔

عصر حاضر کی معروف علمی شخصیت جسٹس محمد تقی عثمانی نے اپنی کتاب "اسلام جدید معیشت و تجارت[3]" میں سرمایہ درانہ نظام اور سود سے متعلق حقائق کو بیان کیا ہے کہ اس نظام میں پیداواری کاموں کے لیے سرمایہ کے فراہمی کا اہم ذریعہ سود ہے، ارتکاز دولت کا بڑا ذریعہ سود ہے جو گردش دولت کی ناہمواری کو بڑھا کر طبقاتی کشمکش کی فضا کو پیدا کرتا ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری نے بھی اپنی تصنیف "اسلام کا معاشی نظام[4]" میں انتہائی جامعیت کے ساتھ اسلام کے نظام معیشت کے خصائص کو بیان کرنے کے ساتھ سرمایہ دارانہ نظام کی اصلیت اور اس نظام کے اثرات کو بیان کیا ہے کہ کس طرح یہ نظام وسائل کو چند ہاتھوں میں سمیٹتا ہے اور اس کے ساتھ انسانیت کن مشکلات کا شکار ہوتی ہے۔

معاشرتی اور معاشی علوم کے ماہر ڈاکٹر جاوید اکبر انصاری نے اپنے ایک مقالے میں سرمایہ دارانہ نظام کی حقیقت کو اس طرح بیان کیا ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام کی ترقی کا انحصار اس بات پر ہے کہ احتکار کی رفتار میں مسلسل اضافہ ہو لیکن احتکار کا بنیادی نظام پیداوار ہو۔[5] نظام سرمایہ داری سے عصر حاضر میں کئی مسائل نے جنم لیا ہے جن کی وجہ

سے شور، آلودگی، حادثات، وقت کا ضیاع، غربت، خودکشی، ظالمانہ رویہ اور نہ جانے دیگر کئی معاشرتی، معاشی، اخلاقی، تہذیبی اور سیاسی مسائل امڈ آئے ہیں۔ معاشی تقسیم کا سلسلہ بڑھنے لگا ہے۔ انسانی معاشروں میں خوف کا سلسلہ پروان چڑھا ہے۔ معاشی نسبتوں سے سود، اکتناز، احتکار، مہنگائی، ناانصافی، ظلم، ناجائز منافع خوری اور جوابازی جیسے عوامل پروان چڑھتے نظر آرہے ہیں۔ اس نظام کا ایک اور منفی پہلو یہ ہے کہ اس میں کمزور اور نادار طبقات کے لیے ہمدردی، مروت اور خدمت خلق کے جذبے ناپید ہوگئے ہیں۔ اخلاقی اور روحانی اقدار دم توڑ گئی ہیں۔ اور انسانی معاشروں میں خودداری، انس اور مروت کا احساس ختم ہو گیا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام کی طرح اشتراکیت میں بھی گردش دولت کا کوئی فلسفہ یا طریقہ کار موجود نہیں ہے جس کے سبب دنیا مشکلات کا شکار ہوتی نظر آتی ہے۔ سید ابو الاعلیٰ مودودی نے اپنی کتاب "اسلام اور جدید معاشی نظریات[6]" میں اس نظام کی حقیقت کو تفصیل سے بیان کیا ہے کہ یہ نظام کس طرح حکومتی طبقات کو مضبوط سے مضبوط تر کرتا ہے اور حکومتی عہدے داران کی آمدنیاں کیسے بڑھتی ہیں۔ پروفیسر خورشید احمد اشتراکی نظام کے حقائق کو کچھ اس طرح بیان کیا ہے کہ المیہ یہ ہے کہ ملک کے سارے اختیارات ایک پارٹی کے ہاتھوں میں چلے جاتے ہیں جن کے ارکان کی تعداد آبادی کے چار فیصد سے بھی کم ہے اور کسی دوسری پارٹی کا وجود بھی نہیں[7]۔ حفظ الرحمن سیوہاروی نے اپنی کتاب "اسلام کا اقتصادی نظام" میں سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکی نظاموں میں سرمایہ کی چند ہاتھوں میں مرتکز ہونے کے معاملات کو تفصیل سے بیان کیا کہ اس نظام (اشتراکیت) میں انفرادی ملکیت کے فلسفے کو یکسر ختم کر دیا گیا ہے۔ اور تمام معاملات ریاست کے حوالے کرنے کی وجہ سے لوگوں سے محنت کا جذبہ اور کچھ کرنے کی تحریک ختم ہو جاتی ہے کیونکہ ہر شخص جب یہ سمجھنے پر مجبور ہو گا کہ میری تمام ذاتی جدوجہد اور حاجت وضریات کا عمل نظام اسٹیٹ کے ذمہ اور صرف اس کے ہاتھ میں ہے تو میں کس لیے اپنے قواء، دماغی قوا، جسمانی اور قواء عمل کو زیادہ محنت میں لگاؤں۔[8]

اشتراکی نظام میں ایک طبقے کے پاس حکومت اور اس کے سارے ادارے ہوتے ہیں اور وہ اپنے اختیارت استعمال کرنے میں مکمل آزاد ہوتا ہے۔ معاشرے میں تقسیم (وسائل) کا اختیار کُلی حکومتی ذمہ داران پر ہوتا ہے۔ عوامی حقوق کا تمام تر انحصار حکومتی نمائندوں پر ہوتا ہے۔ معروف مفکر صادق محمد احسن نے اپنی کتاب "اسلام اور اشتراکیت[9]" میں اس اس نظام (اشتراکیت) کے بارے میں حقائق تفصیل سے بیان کئے ہیں کہ کس طرح یہ نظام حکومتی نمائندوں کی صورت میں وسائل کو اپنے قبضے میں لیتا ہے اور عوام کس طرح اپنے بنیادی حقوق سے محروم ہوتے ہیں۔

مولانا نجیب اللہ ندوی نے اشتراکیت سے متعلق دلچسپ حقیقت اپنی کتاب "اسلامی قانونی محنت واجرت" میں کچھ اس طرح بیان کی ہے کہ تقابلی محنت اور اجارہ داری کے خاتمے کے لیے اشتراکیت نے جو طریقہ اختیار کیا ہے اس میں اصلاح کم ہوتی ہے البتہ نقصانات بے شمار ہوتے ہیں۔[10] عصر حاضر میں اس نظام کے اثرات دنیا میں موجود ہیں۔ سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکی نظام دونوں میں یکسانیت کا پہلو "ارتکاز دولت" کی صورت میں موجود ہے یعنی سرمایہ چند ہاتھوں (سرمایہ دار طبقہ یا حکومتی طبقہ) کے پاس آجاتا ہے۔ معاشرتی علوم کے معروف محقق عبدالحمید صدیقی نے اپنی تصنیف "انسانیت کی تعمیر نو اور اسلام" میں ان نظاموں کے منفی معاشرتی اثرات کا جائزہ تفصیل سے پیش کیا ہے کہ کس طرح دولت کے حصول کے لئے لوگ ناجائز ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں۔[11] سرمایہ دارانہ، اشتراکیت، فسطائیت کے ساتھ جاگیر طبقے کے لامحدود اختیارات نے بھی دنیا میں مشکلات پیدا کیں۔ اس جاگیر داری نظام کے سبب یورپ صدیوں تک تاریکی کا شکار رہا۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی نے جاگیر داری نظام سے متعلق یہ حقیقت بیان کی کہ نظام جاگیری داری کا معاشرہ ایک زینے کی شکل اختیار کر گیا تھا جس کی ہر سیڑھی پر بیٹھنے والا اپنے سے نیچے والے کا خدا اور اپنے سے اوپر والے کا بندہ بنا ہوا تھا۔ اس میں سب سے اوپر علاقے کا والئی ریاست کا خاندان ہوتا تھا اور سب سے نیچے والا وہ غریب خاندان ہوتے تھے جو کسی پر بھی اپنی خدائی کا زور نہ چلا سکتے تھے۔[12]

جاگیر داری نظام میں دولت ایک مخصوص طبقے کے ہاتھ میں آجاتی ہے اور یہ طاقتور طبقہ تمام لوگوں کا استحصال کرتا ہے۔ اختیارات مکمل اس طبقے کے ہاتھ میں ہونے کے سبب طبقاتی تقسیم پروان چڑھتی ہے۔ معیشت سے متعلق ان نظاموں (سرمایہ دارانہ، اشتراکیت، فسطائیت، جاگیر داری) کے مقابل اسلام کا نظام معیشت گردش دولت وسائل کی منصفانہ تقسیم، مساویانہ معاشی کے مواقع، معاشی انصاف، اعتدال ومیانہ روی، سچائی، احسان، مناسب منافع، تعاون وشراکت داری، قرض حسنہ، اعلی معیارات، معاشی پیمانے کے درستگی، انفاق فی سبیل اللہ، وقف، زکوۃ، عشر، عشور، جزیہ، خراج، بچت، محنت، مزدوری، تلاش رزق حلال، معاشی جدت اور وراثت کی درست تقسیم جیسے خصائص اور عوامل سے مزین ہے۔ اسلام کی معاشی اصلاحات اور روایت کا خاص پہلو یہ ہے کہ گردشِ دولت کا عمل خود بخود رواج پایا جاتا ہے۔ امیر اور غریب میں توازن پیدا ہوتا ہے۔ معاشرتی، معاشی اور تہذیبی استحکام فروغ پاتا ہے۔ امیر کے سرمایہ کے تحفظ کے ساتھ غریب کے معاشی حقوق بھی محفوظ ہوتے ہیں۔ حقیقت میں اسلامی معیشت کی اصل بنیاد گردش دولت کا تصور ہے۔ اسی تصور پر اسلامی نظام معیشت کی عمارت تعمیر کی گئی ہے۔ اسلامی نظام معیشت کے خاص پہلوؤں میں ایک یہ ہے کہ اس نظام سے کسی غریب متوسط، محتاج، یتیم اور بے کس طبقات کو تحفظ حاصل ہوتا ہے اور انصاف کا برتاؤ ہوتا ہے۔

قران مجید میں اسلامی معیشت سے متعلق جو حقائق بیان کیے گئے ہیں ان میں گردش دولت کا فلسفہ بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔ ارشاد خداوندی ہے

"تاکہ یہ (دولت) تم میں سے صرف مالداروں کے درمیان گردش نہ کرتی رہے۔"

امین احسن اصلاحی نے اس آیت کے تناظر میں اسلامی نظام معیشت کے پہلو گردش دولت سے متعلق لکھا ہے کہ اس آیت سے اسلامی اقتصادیات کا یہ اصول واضح ہوتا ہے کہ اسلام یہ نہیں پسند کرتا کہ دولت کسی خاص طبقے کے اندر مرتکز ہو کر رہ جائے بلکہ وہ یہ چاہتا ہے کہ اس کا بہاؤ ان طبقات کی طرف بھی ہو جو اپنی خلقی کمزوریوں یا فقدان وسائل کے سبب سے اس کے حصول کی جدوجہد میں پورا حصہ نہیں لے سکتے۔ اس مقصد کے لیے اس نے افراد کو زیادہ سے زیادہ انفاق پر ابھارا ہے۔ اور ان کے اس آزادانہ انفاق کو روحانی ترقی کا سب سے بڑا ذریعہ قرار دیا ہے۔ [13] اسلامی تعلیمات میں واضح طور پر ان تمام عوامل کو یکسر مسترد کیا گیا جن سے کسی بھی طرح اکتناز واحتکار کی کوئی صورت بن سکے۔ اکتناز واحتکار کی حرمت اور انفاق وصدقات کی وجود کے واضح احکام موجود ہیں۔ قران مجید کی سورۃ بقرہ [14] میں واضح طور پر یہ اصول بیان کیا گیا کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو (یعنی اللہ کی راہ میں انفاق نہ کرنا خود کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے)۔

علامہ شبیر احمد عثمانی نے اپنی تفسیر میں اس حقیقت کو بیان کیا کہ جو لوگ دولت اکٹھی کریں خواہ حلال طریقے سے ہو مگر خدا کے راستے میں خرچ نہ کریں مثلاً زکوۃ نہ دیں اور حقوق واجبہ نہ نکالیں وہ ارتکاب جرم ہے۔ [15] اسلامی نظام معیشت سے متعلق ایک خاص بات یہ ہے کہ اس نظام کے اساسی تصورات میں محروم طبقات کے تحفظ کا فلسفہ بدرجہ اتم موجود ہے۔ کہ ان کے اموال میں سائل اور محروم کا ایک معین حق ہے۔ [16]

اسلام نظام معیشت میں مساوات کا حق موجود ہے۔ ہر جاندار کی معاشی ضروریات کی کفیل اللہ کی ذات ہے اور اللہ رب العزت کے پیدا کردہ اسباب معیشت میں ہر جاندار کو فائدہ اٹھانے کا حق حاصل ہے۔ قران مجید میں اللہ تعالیٰ نے مساویانہ حق معیشت کے بارے میں اس طرح رہنمائی دی ہے کہ اسی نے اس زمین کے اوپر پہاڑ بنائے اور زمین میں برکت رکھی۔ اور اس میں سامان معیشت مقرر کیا اور تمام طلبگاروں کے لیے یکساں ہے۔ [17]

قران مجید کے اصولوں سے واضح ہوتا ہے کہ وسائل پر کس مخصوص گروہ یا افراد کا حق نہیں بلکہ وسائل سے فائدہ اٹھانا سب کا یکساں حق ہے۔ ہر انسان کو اپنی صلاحیت، خواہش اور محنت وضرورت کے مطابق پیشہ اختیار کر کے ان وسائل سے استفادہ کا حق ہے۔ اسلام کا معیشت کے حوالے سے خاص پہلو یہ ہے کہ حق معیشت میں مرد و عورت

دونوں برابر ہیں۔ حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ ایسا عادلانہ معاشی نظام قائم کرے جس سے تمام افراد کو یکساں معاشی حقوق میسر آئیں۔ عادلانہ معاشی نظام میں زکوۃ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ حکومت پر لازم ہے کہ ایسا لائحہ عمل ترتیب دے جس سے دولت زکوۃ کی صورت میں اہل ثروت سے اہل حاجت کی طرف گردش کرے تاکہ معاشرے میں توازن اور اعتدال پیدا ہو اور سارے لوگ تحفظ اور اطمینان سے زندگی گزاریں۔ کسی بھی کامیاب معاشرے کے لیے لازم ہے کہ وہاں کا معاشرتی ماحول گردش دولت سے مزین ہو۔ ایمان، عبادت اور اخلاق کی کے ساتھ عادلانہ معاشی نظام جس میں زکوۃ کا پہلو بدرجہ اتم موجود ہو، لازم اور ضروری ہے۔ قران مجید میں اس حوالے سے مکمل رہنمائی موجود ہے۔

"کامیاب ہوگئے وہ لوگ جو ایمان رکھتے ہیں۔ اپنی نمازوں میں عاجزی لاتے ہیں اور بے مقصد چیزوں کو چھوڑ دیتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں۔"18ے

اسلام نظام معیشت میں حق انصاف کے لیے سب برابر ہیں۔ حق معیشت میں بحیثیت انسان، مسلم اور غیر مسلم دونوں برابر ہیں۔ امام یوسف نے اپنی کتاب "الخراج" میں ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا جو بھیک مانگ رہا تھا اور اس کی بصیرت زائل ہو چکی تھی۔ آپ نے پیچھے سے اس کے کندھے کو پکڑا اور پوچھا تم کس مذہب سے تعلق رکھتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں یہودی ہوں۔ آپ نے پوچھا کس چیز نے ایسا کرنے پر مجبور کیا؟ اس نے جواب دیا میں بڑھاپے حاجت مندی اور جزیہ کے باعث بھیک مانگ رہا ہوں۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے آئے اور گھر سے اس کو کچھ دیا۔ پھر آپ نے بیت المال کے خازن کو بلایا اور اس سے کہا کہ اس کا اور اس جیسے دوسرے افراد کا خیال رکھو کیونکہ یہ بات انصاف سے بعید ہے کہ ان کی جوانی میں ہم ان سے جزیہ وصول کر کے کھائیں اور بڑھاپے میں انہیں بے سہارا چھوڑ دیں۔19ے

حق معیشت کے حوالے سے ایک خاص بات یہ ہے کہ درجات معیشت میں تفاوت اعتدال پر مبنی ہے۔ اور ظلم کا کوئی پہلو اس میں شامل نہیں ہے۔ درجات معیشت میں تفاوت سے طبقاتی تقسیم پیدا نہیں ہوتی۔ اسلام ایسے معاشی تفاوت کا قائل نہیں جو مصنوعی نوعیت کا ہو یا پھر مصنوعی اسباب سے ہو بلکہ وہ اس تفاوت کو تسلیم کرتا ہے جس کا تعلق انسان کی معاشی جدوجہد سے ہو۔ اسلام ایک قابل عمل نظم معیشت کا قائل ہے جس سے فطری اور قابل عمل معاشی صورتیں جنم لیتی ہوں اور اس نظام میں انسان جبر و ظلم کی بجائے قدرتی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اپنی معیشت کو درست اور مضبوط کرے۔ گردش دولت کا عمل فطری انداز میں فروغ پائے اور اس مال میں تقویٰ، عدل، احسان

اور ایثار و قربانی، اخوت، تعاون، قناعت، توکل، صبر و شکر اور مساوات جیسی روایات پروان چڑھیں۔ اس قابل عمل نظم معیشت میں ظلم و جبر، استحصال، دھوکہ دہی، چوری اور اس جیسے عوامل کو مکمل رد کیا گیا ہے۔[20]

سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اسلام کے نظم معیشت کی ایک خاص خوبی یہ بیان کی ہے کہ اسلام کے معاشی نظریہ پر ایک عملی نظام کی عمارت اٹھانے کے لیے وہ اخلاق اور قانون دونوں سے مدد لیتا ہے۔ اپنی اخلاقی تعلیم سے وہ جماعت اور فرد کی ذہنیت کو اپنے نظام کی رضا کارانہ اطاعت کے لیے تیار کرتا ہے۔ اور اپنے قانون کی طاقت سے وہ ان پر ایسی پابندیاں لگاتا ہے جو انہیں اس نظام کی بندش میں اپنے اوپر مجبور کریں اور اس کی حدود سے نکلنے نہ دیں۔ اخلاقی اصول اور قانونی احکام اس نظم معیشت کے ارکان ہیں۔[21]

عصر حاضر میں موجود معاشی مسائل سے نمٹنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ باطل معاشی نظاموں کے مقابل اسلام کے معاشی نظام اور اس نظام کی اعلی اخلاقی معاشی روایات کو انفرادی اور اجتماعی سطح پر اختیار کیا جائے۔ معاشی انصاف، وسائل کی درست تقسیم، نظام وارثت کی تشکیل، زکوۃ کا نظام اور عشر، عشور، مضاربت، مشارکہ، مزارعت، مساوات، بچت، گردش دولت، ایثار و قربانی، معاشی جدت، معاشی دیانت، معیاری روایات اور اصطلاحات کو فروغ دے کر آج کے دور میں معاشی مسائل کو کم کیا جا سکتا ہے۔ فنی تعلیم کا فروغ اس سلسلے میں کلیدی کردار کا حامل ہو سکتا ہے۔ بڑھتی آبادی کم ہوتے وسائل، سرمایہ دارانہ نظام کے غلبے، سودی نظام، حرص و ہوس کے ماحول میں اسلام کا معاشی نظام ایک خیر کے سرچشمے کے طور پر موجود ہے۔ غربت اور تاریکی سے نکلنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ اسلام کی اعلی معاشی اور تہذیبی روایات کو اختیار کیا جائے۔ ایسا کرنے سے زوال کا سلسلہ ختم ہو گا اور تعمیر و ترقی کے ساتھ تحفظ کی صورتیں بھی پیدا ہوں گی۔

حواشی

1۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، سود، 21۔ اسلامک پبلیکیشنز، لاہور 2000ء

2۔ شفیع، مفتی محمد، اسلام کا نظام تقسیم دولت، دارالعلوم کراچی 1973ء

3۔ عثمانی، جسٹس محمد تقی، اسلام اور جدید معیشت و تجارت، دارالعلوم کراچی 2000ء

4۔ غفاری، ڈاکٹر نور محمد، اسلام کا معاشی نظام، مرکز تحقیق دیال سنگھ لائبریری لاہور

5۔ ماہنامہ ساحل کراچی، اپریل 2001ء ص 45

6۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، اسلام اور جدید معاشی نظریات، ص 51، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور 2000ء

7۔ احمد، خورشید، سوشلزم یا اسلام، ص 113، مکتبہ چراغ راہ کراچی

8۔ سیوہاروی، حفظ الرحمن، اسلام کا اقتصادی نظام، ص 400، مکتبہ رحمانیہ لاہور 2003ء

9۔ صادق، محمد احسن، اسلام اور اشتراکیت، ص 117، اسلامک پبلیکشنز لاہور 1972ء

10۔ ندوری، نجیب اللہ، اسلامی قانونی محنت واجرت، ص 112۔ اسلامیات لاہور 1990ء

11۔ صدیقی، عبدالحمید، انسانیت کی تعمیر نو اور اسلام، ص 176، نفیس پرنٹرز لاہور

12۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، اسلام اور جدید معاشی نظریات، ص 8، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور 2000ء

13۔ اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، ص 292، فاران فاؤنڈیشن لاہور

14۔ سورۃ البقرہ 2 : 195

15۔ عثمانی، علامہ شبیر احمد، تفسیر عثمانی، ص 254، دارالعلوم کراچی 1994ء

16۔ سورۃ المعارج 70 : 24

17۔ حٰم السجدہ 41 : 10

18۔ سورۃ المومنون 23 : 4-1

19۔ امام ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، ص 39، قاہرہ المطبعۃ السلفیہ

20۔ سورۃ البقرہ 2 : 27

21۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، سود، ص 26، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور 2000ء